۲۹

بے جا جوش اور تشدد ہماری تعلیم کے خلاف ہے

(فرمودہ ۲۸/اکتوبر ۱۹۲۷ء)

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

پچھلے دنوں ہندوؤں کی بعض کارروائیوں کی وجہ سے جو اشتعال مسلمانوں میں پیدا ہوا اس کے متعلق میں نے متعدد اشتہار شائع کئے۔ اور اپنی طرف سے وہ صحیح طریق بیان کیا جس پر عمل کرکے مسلمان کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور میں نے مسلمانوں کو متواتر نصیحت کی تھی کہ وہ ہر قسم کے فتنے اور فساد سے بچیں اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کریں۔ مجھے ان اشتہارات پر کئی گالیوں کے خطوط آئے۔ کئی لوگوں نے مجھے لکھا کہ تم بزدل ہو۔ رسول کریم ﷺ کو گالیاں دینے والے کی سزا سوائے قتل کے اور کوئی نہیں۔ آپ ایک طرف تو مسلمانوں کو رسول کریم ﷺ کی عزت کی حفاظت کے لئے بلاتے ہیں اور دوسری طرف اس علاج سے روکتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دینے والوں کا ہو سکتا ہے۔ میں نے ان لوگوں کو خطوط کے ذریعہ بھی اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ وہ اپنے خیال میں غلطی پر ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی عزت کی حفاظت ظالمانہ افعال کے ذریعہ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ آپ کی عزت کی حفاظت ایک مستقل۔ غیر متزلزل با امن پُر جوش اور پُر اخلاص جدوجہد سے ہو سکتی ہے جس میں کوئی وقفہ نہ ہو۔ کوئی سستی نہ ہو۔ کوئی کمزوری نہ ہو۔ اور میں سمجھتا ہوں میرے ان خطوط کا اثر ان لوگوں پر ہوا۔ گو وہ ہماری جماعت سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ مگر میری بات نے ان کے دل پر اثر کیا۔ کیونکہ ان لوگوں میں سے کسی کے متعلق ایسی خبر معلوم نہیں ہوئی کہ اس نے کوئی ایسی حرکت کی ہو جو خلاف قانون ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ان لوگوں نے میرے اشتہارات سے فائدہ نہیں اٹھایا تھا۔ تو میرے خطوط

کے ذریعہ نفع ضرور حاصل کیا۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں میں سے بعض نے اس سبق کو جو میں نے انہیں دیا تھا بھلا دیا۔ انہوں نے میری نصیحت کی قدر نہ کی اور میری حکمت کی علت غائی کو نہ سمجھا۔ اور اس طرح رسول کریم ﷺ کی عزت کی حفاظت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے جس طرح نادان دوست اپنے دوست کی امداد کے لئے اٹھتا ہے۔ ان کی مدد بالکل اسی طرح تھی۔ جس طرح کہتے ہیں کسی نے ریچھ سے دوستانہ ڈالا ہوا تھا۔ اور ان کے بہت گہرے تعلقات تھے۔ ریچھ اس شخص کی بہت خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ کہیں باہر کام کو گیا اس کی ماں جو بیمار تھی اس کے پاس ریچھ کو بٹھا گیا اور اشارے سے بتا گیا کہ مکھیاں اڑاتا رہے۔ انسان کے ہاتھ میں جس قسم کی لچک مختلف قسم کے کام کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ویسی ریچھ کے پنجہ میں کہاں ہو سکتی ہے۔ ریچھ مکھیاں اڑاتا مگر وہ پوری طرح نہ اڑتیں۔ اس پر اس کے دل میں جوش پیدا ہوتا کہ میرا آقا اور محسن مجھے کہہ گیا تھا کہ مکھیاں اڑاتا رہوں مگر یہ اڑتی نہیں۔ ایک مکھی جو آنکھ پر بیٹھی تھی اسے اس نے بار بار اڑایا مگر ادھر اڑے ادھر پھر آبیٹھے۔ ریچھ نے سمجھا اس طرح تو یہ باز نہ آئے گی۔ پاس ایک بڑا پتھر پڑا تھا اسے اٹھالایا اور عورت کے منہ پر دے مارا تاکہ مکھی مرجائے۔ مکھی تو شائد اڑ گئی ہو مگر اس شخص کی ماں پتھر سے مرگئی۔ ریچھ نے اپنے خیال میں مکھی اڑائی تھی۔ اور اپنے آقا اور محسن سے اخلاص اور محبت کا اظہار کیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے اس غرض اور مقصد کو ضائع کر دیا جس کے لئے اسے مکھیاں اڑانے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔

پس بعض مسلمانوں نے ایسی تدابیر اختیار کیں جو نیک نامی کا موجب نہیں ہوئیں۔ بلکہ اعتراض کا باعث بن گئی ہیں۔ اسلام دفاع اور خود حفاظتی سے نہیں روکتا۔ لیکن اسے جائز قرار نہیں دیتا کہ بغیر دفاع کی حالت کے اور بغیر خود حفاظتی کی ضرورت کے یونہی کسی پر حملہ کر دیا جائے۔ مگر پچھلے دنوں دو واقعات ایسے ہوئے جن میں بیان کیا گیا ہے کہ بعض مسلمانوں نے بعض ہندوؤں پر حملہ کیا۔ وہ مسلمان اپنے گھروں اور اپنے محلوں سے چلے اور ہندوؤں کے محلوں اور ان کی درگاہوں پر جاکر انہوں نے حملہ کیا۔ اور اس طرح ان کو زخمی کیا۔ اور ایک کے متعلق تو کہا جاتا ہے اسے مار ڈالا۔ شائد وہ اپنے نزدیک (اگر انہوں نے یہ فعل کیا ہے) خیال کرتے ہوں گے کہ انہوں نے اسلام کی خدمت کی ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ بھی جو اسلام کی طرف سے تلوار چلانے کو ناپسندیدگی کی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ وہ بھی اب کھلے الفاظ میں ایسے لوگوں کے افعال سے حقارت اور نفرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور بعض مسلمانوں نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ہم شرم

کے مارے گردنیں اونچی نہیں کر سکتے۔ میں کہتا ہوں انہوں نے صحیح لکھا ہے۔ اور اگر واقعہ میں ان میں یہی احساس پیدا ہوا ہے کہ وہ شرم کے مارے گردنیں اونچی نہیں کر سکتے تو میں یہ نہیں کہوں گا کہ انہوں نے برا فعل کیا۔ بلکہ میرے لئے یہ اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ جو شخص اسلام کی عزت کی حفاظت کی خاطر ایسا جوش رکھتا ہے اور ہر وہ بات جو اسلام کی بدنامی کا موجب ہو۔ اس پر شرم محسوس کرتا ہے تو یہ اس کی اسلام سے محبت کی علامت ہے۔ میں نے جب یہ واقعہ پڑھا کہ اس طرح ایک ہندو پر حملہ ہوا ہے تو اس وقت میں شملہ میں تھا۔ اس وقت میں نے ہر مجلس میں اس فعل پر اظہار نفرت کیا۔ ہندوؤں کے سامنے کم۔ صرف ایسے ہندوؤں کے سامنے جنہوں نے اس کے متعلق سوال کیا اور مسلمانوں کے سامنے زیادہ کیونکہ میرے نزدیک اس امر کی تعلیم کی ضرورت مسلمانوں کو تھی کہ ان کے دلوں میں اسلام کی حمیت حمیت جاہلیہ کے طور پر پائی جاتی ہے اس سے زیادہ نہیں۔ میرا خیال ہے اس قسم کا دوسرا حملہ میرے قادیان میں آجانے کے بعد ہوا۔ اسے بھی میں نے سخت ناپسند کیا۔ درحقیقت ہمارا یہ حق تو نہیں کہ یہ کہہ سکیں کہ جن کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حملہ کیا وہ مجرم تھے یا نہیں۔ لیکن ایک بات ہے جو کھٹکتی ہے۔ اور وہ ان کے اپنے بیانات ہیں جو انہیں مجرم بناتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کی دشمنی کی وجہ سے جھوٹے گواہ بنالئے جاتے ہیں۔ لیکن اس بات کے تسلیم کرنے میں یہ دقت ہے کہ ان لوگوں کے اپنے بیانات ایسے ہیں جو ان پر الزام لگاتے ہیں۔ پس اس حالت میں کہ وہ اپنی زبان سے ایک رنگ میں اقرار جرم کرتے ہیں۔ ہمارے لئے مشکل ہے کہ ہم مجسٹریٹوں کے فیصلوں پر اعتراض کریں یا انہیں غلط قرار دیں۔ پس جہاں تک ہماری عقل جاتی ہے ہم مجسٹریٹوں کے فیصلہ کی تصدیق کرنے پر مجبور ہیں۔ اور یہ کہنے سے نہیں رک سکتے کہ اگر فی الواقعہ ملزموں نے یہ فعل کیا ہے تو نہایت ناپسندیدہ اور قابل اعتراض فعل کیا ہے۔ ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ پچھلی تحریروں کی دشمنی کی وجہ سے نہیں بلکہ ہندوؤں کے اشتعال دلانے سے ایسا ہوا ہے۔ جیسا کہ ایک ملزم نے اپنے بیان میں کہا بھی ہے کہ میں دکان کے پاس سے گذر رہا تھا کہ ہندوؤں نے رسول کریم ﷺ کی ہتک کی اور اس پر لڑائی ہو گئی تو پھر ان کا جرم جرم نہیں رہتا بلکہ خود حفاظتی ہو جاتی ہے۔ اگر کچھ لوگ کسی پر حملہ کر دیں تو اس کے ہاتھوں کسی کا زخمی ہو جانا خود حفاظتی ہو گی۔ لیکن اس بلت کو ان کے اپنے بیان ہی رد کرتے ہیں۔ اور جب تک ان کے وہ بیان موجود ہیں جو انہوں نے عدالت میں دیئے۔ ہم مجبور ہیں کہ تسلیم کریں کہ ان کی خود حفاظتی کی حالت نہ تھی۔ بلکہ جیسا کہ مجسٹریٹ نے فیصلہ کیا

ہے۔ انہوں نے غلط خیال اور غلط عقیدہ کے ماتحت ایک نادان کی دوستی کے رنگ میں حملہ کیا۔ اور اسلام ایسے حملہ کو حقارت اور نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور میرے نزدیک ان کے اس فعل نے اسلام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ بلکہ نقصان پہنچایا ہے کیونکہ دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا ہے کہ اسلام ایسا مذہب ہے جو جوش اور تشدد کی تعلیم دیتا ہے۔ مسلمان واقف ہیں کہ ان کے دشمنوں کی قلمیں بہت تیز اور ان کی زبانیں لمبی ہیں۔ وہ سینکڑوں انسانوں کے خون بہاکر اور ہزاروں گھروں کو جلا کر بہت سے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوائیں بنا کر اپنے قلموں کی تیزی اور اپنی زبانوں کی لمبائی کی وجہ سے دنیا میں مجرم قرار نہیں پائے۔ مسلمانوں کے پاس نہ قلمیں ہیں نہ زبانیں نہ روپیہ۔ نہ رسوخ۔ اس لئے خواہ کوئی مجرم ہو ان کی قوم اور مذہب کا جرم سمجھا جاتا ہے۔ اور اعتراض ساری قوم اور مذہب پر کیا جاتا ہے۔ کمزور قومیں ہمیشہ اس مصیبت میں مبتلا رہتی ہیں کہ ہر قسم کے عیوب ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے افراد کے عیوب بھی ان کے مذہب اور قوم پر چسپاں کئے جاتے ہیں۔ یہی حال آج کل مسلمانوں کا ہے۔ کوئی فعل کوئی مسلمان کرے اس کا الزام تمام مسلمانوں اور اسلام پر لگایا جاتا ہے وہی فعل جو ہزاروں ہندو۔ ہزاروں سکھ اور ہزاروں عیسائی کر رہے ہیں ان کی قوم اور مذہب پر اس کا الزام عائد نہیں کیا جاتا۔ جب کوئی ہندو ایسا فعل کرتا ہے تو کہا جاتا ہے ایک شریر نے ایسا کیا۔ جب ایک عیسائی وہ فعل کرتا ہے تو کہا جاتا ہے ایک شخص نے ایسا کیا۔ جب ایک سکھ ایسا فعل کرتا ہے تو کہا جاتا ہے ایک سکھ نے ایسا کیا۔ لیکن جب مسلمان کہلانے والوں میں سے کسی سے ایسا فعل سرزد ہو۔ تو اس کے متعلق یہ عنوان رکھے جاتے ہیں۔ اسلامی گنڈے کا فعل۔ قرآن کی تعلیم کا نتیجہ۔ محمد (ﷺ) کی تعلیم کا اثر۔ عیسائیوں کے جرم انجیل و توریت کی طرف منسوب نہیں کئے جاتے ان کے برے افعال کو حضرت مسیح علیہ السلام سے نسبت نہیں دی جاتی۔ ہندوؤں کے جرائم ویدوں کی تعلیم کا نتیجہ نہیں بتایا جاتا۔ حضرت رام اور کرشن کی طرف منسوب نہیں کئے جاتے۔ سکھوں میں سے اگر کوئی جرم کرے تو گرنتھ صاحب کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا۔ نہ سکھ گروؤں کی تعلیم کا اثر قرار دیا جاتا ہے۔ مگر مسلمان کہلانے والوں کے جرم قرآن کریم کی طرف اور رسول کریم ﷺ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ مسلمان کمزور ہیں اور کوئی ان کی بات پوچھنے والا نہیں۔ مگر مسلمانوں کو تو چاہئے کہ اپنی بے بسی اور بے کسی کو سمجھتے ہوئے ایسے افعال سے بچیں جن سے اسلام اور رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس پر ناواجب اور ناجائز حملہ کا دروازہ کھلتا ہو۔ وہ انسان جو ایک فرد کے

جرم کو ساری قوم کی طرف منسوب کرتا ہے۔ وہ ایک قاتل اور حملہ آور سے بھی زیادہ ظالم ہے کیونکہ حملہ آور ایک انسان پر حملہ کرتا ہے مگر اس نے ساری قوم پر حملہ کیا۔ اور ساری قوم پر حملہ کرنے کا جرم ایک انسان پر حملہ کرنے کے جرم سے بہت زیادہ وزن رکھتا ہے۔ میں وہ الفاظ نہیں پاتا۔ اپنی زبان میں اتنی قدرت نہیں رکھتا اور اپنی گویائی میں یہ طاقت نہیں دیکھتا کہ جن الفاظ جس قدرت اور جس طاقت کے ساتھ ان لوگوں کے فعل پر حقارت اور نفرت کا اظہار کروں۔ جنہوں نے بعض لوگوں پر اس لئے حملہ کیا کہ ان کا اس قوم سے تعلق تھا جس کے افراد نے اسلام یا رسول کریم ﷺ کی ہتک کی۔ یا جو ایسے لوگوں کے دوست اور مددگار تھے۔ لیکن اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر میں اپنے آپ کو اس بات کے ناقابل پاتا ہوں کہ ان لوگوں کے فعل کی تحقیر اور تذلیل کرسکوں جنہوں نے افراد کے فعل کو اسلام کی طرف۔ رسول کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا۔ انہوں نے فرد پر حملہ کرنے والوں کو برا کہا مگر قوم پر حملہ کرنے والوں کو برا نہ سمجھا۔ اگر حملہ کرنے والوں کے متعلق ان کا جوش حقیقی اور مخلصانہ ہوتا تو وہ ویسا ہی جوش ان کے خلاف بھی دکھاتے جنہوں نے افراد کے الزام کو ساری قوم پر لگایا۔ ان کی غیرت اور جوش بتاتا ہے کہ وہ حمیت جاہلیت کا جوش تھا۔ خدا کے لئے اور حق کے لئے نہ تھا۔ اگر ہندوؤں پر بعض افراد نے بلاوجہ حملہ کیا۔ تو یہ ان کی غلطی تھی۔ اسلام اور بانی اسلام کی طرف اس کا منسوب کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہوسکتا۔ اس غلطی کا وہی ذمہ دار ہے جو ارتکاب کرتا ہے۔ اسے اگر اس دنیا میں شرم دامن گیر نہیں ہوتی۔ یا وہ سزا نہیں پاتا۔ تو مرنے کے بعد کی زندگی میں جس کے ہندو بھی قائل ہیں۔ (گو وہ یہ کہتے ہیں کہ مختلف جونوں میں جانا پڑتا ہے) اسے بدترین جُون میں ڈالا جائے گا اور اگر حشر نشر کا عقیدہ صحیح ہے۔ اور میرے نزدیک یہی صحیح ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ اس لئے اگر کوئی اس دنیا کی گورنمنٹ کی سزا سے بچ جائے۔ تو وہاں محفوظ نہ رہ سکے گا اگرچہ ہندوؤں کی یہ روش نہایت ہی افسوس ناک ہے۔ لیکن ہمیں ان کا معاملہ خدا کے سپرد کرنا چاہئے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اپنے لئے قتل کو حقارت کی نظر سے دیکھیں اور اگر کوئی اس کا مرتکب ہو تو اس سے ہمدردی نہیں ہونی چاہئے۔ مگر اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ اگر کسی کو خواہ مخواہ مجرم بنایا جائے تو مسلمان ہندوؤں سے اس لئے ہمدردی کا اظہار کریں کہ اپنے اخلاق کی وسعت دکھائیں۔ بعض لوگ منافق ہوتے ہیں جو اپنی قوم پر جرم لگاتے ہیں اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم اخلاق کی اصلاح چاہتے ہیں مگر واقعات خود بخود بولتے اور ایسے لوگوں کے چہرے آپ ہی ان کی حالت بتادیتے ہیں۔ مثلاً وہی شخص جسے

راجپال پر حملہ کرنے والا کہا جاتا ہے اپنے گھر بیٹھا ہوتا اور راجپال اس پر حملہ کرتا اس وقت خود حفاظتی میں خود زخمی ہو جاتا۔ یا اسے زخمی کر دیتا اور مسلمان کہتے اس نے بہت برا کیا۔ تو میں کہتا ایسے مسلمان منافق ہیں جو ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے مسلمانوں پر الزام لگا رہے ہیں۔ اور اپنے نفاق کو اپنے بھائی کی دشمنی کے پردہ میں چھپا رہے ہیں۔ اور جسے وہ روشنی سمجھ رہے ہیں۔ وہ روشنی نہیں۔ بلکہ روغن قاز ہے یا تارکول ہے۔ جس سے اپنا چہرہ سیاہ کر رہے ہیں۔ لیکن جہاں بات بالکل عیاں نہ ہو۔ بلکہ کچھ اخفا ہو۔ وہاں قوم کا فرض ہے کہ جو افراد پھنس گئے ہوں ان کی مدد کرے۔ مثلاً جس طرح ایک شخص کا بیان ہے کہ میں پاس سے گزر رہا تھا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کی ہتک ہوتی سنی اس پر میری ان سے لڑائی ہو گئی۔ یہ ایسا بیان ہے جو امکان رکھتا ہے کہ درست ہو۔ گو اس کے بعد کا بیان اسے مجرم بنانے کے لئے کافی ہے۔ مگر جہاں بیان کے درست ہونے کا امکان ہو۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کا فرض ہے کہ مدد کریں اور جب تک جرم ثابت نہ ہو امداد سے پہلو تہی نہ کریں۔ لیکن ایک جرم بالبداہت ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے راجپال نے کتاب شائع کی اور ہندوؤں نے اس کی مدد کی۔ یہ ظالمانہ فعل کیا۔ اسی طرح اس قسم کا کیس جس طرح کا سوامی شردھانند کا تھا۔ اس میں مدد کرنا میں نامناسب سمجھتا ہوں۔ اس مقدمہ میں ایک احمدی بیرسٹر بلائے گئے۔ جس پر میں نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ کیونکہ کم از کم میرے نزدیک ملزم کا جرم ثابت تھا۔ ایک مرا ہوا آدمی پایا گیا۔ عین اس موقع پر ملزم کو پکڑا گیا جس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ اور اسی پستول کی گولیاں مقتول کے جسم سے نکلیں۔ ایسی حالت میں کون امید کر سکتا ہے کہ سوامی شردھانند کے رشتہ داروں نے انہیں خود مار کر ایک شخص کو پکڑ لیا۔ یہ عقل کے خلاف ہے۔ ملزم کا وہاں ہونا۔ عین موقع پر پکڑا جانا۔ اس کے ہاتھ میں پستول ہونا۔ پستول کی گولیوں کا مقتول کے جسم سے نکلنا یہ ایسے واقعات نہیں ہیں کہ جرم ثابت نہ ہو۔ ایسی مثال میں مجرم کی مدد کرنا میرے نزدیک جائز نہیں۔ ہاں عدالت کا فرض ہے کہ اس کے لئے وکیل مقرر کرے۔ تاکہ کیس ان ڈیفنڈڈ (UNDEFENDED) نہ رہے۔ لیکن جہاں ایسا کھلا کیس نہ ہو۔ جیسا کہ راجپال اور عبد الرشید کا تھا۔ وہاں مسلمانوں کا حق ہے کہ ملزم کی مدد کریں۔ پس میرے نزدیک یہ غلطی ہوئی۔ پیشتر اس کے کہ لاہور کے مقدمات میں مجرم ثابت ہوں۔ ملزموں کو اپنی حفاظت کا موقع نہیں دیا گیا۔ اور ان کی طرف سے وکیل مقرر نہیں کیا گیا۔ صرف ایسے واقعات کا جمع ہو جانا جن سے جرم کا اشتباہ ہو مجرم قرار دینے کے لئے کافی نہیں ہوا کرتا۔ اور اس کے ساتھ ملزم کے دفاع کے حقوق

نہیں جاتے رہتے۔ لیکن ارتکاب جرم کے یقین تک پہنچنے کے بعد مجرم کی مدد کرنا جائز نہیں ہے۔ اور لاہور کے جو دونوں ملزم تھے۔ ان کے متعلق یقین کا موقع نہ تھا۔ یقین اسی وقت ہوا جب مجسٹریٹ نے تحقیقات کی۔ میرے نزدیک مسلمان وکلاء سے غلطی ہوئی کہ وہ ان ملزموں کی مدد کے لئے کھڑے نہ ہوئے اور پھر دوسری غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے کھڑے نہ ہونے پر فخر کیا۔ انہیں مقدمہ کے شروع ہونے کے وقت ضرور امداد دینی چاہئے تھی۔ ہاں جب جرم ثابت ہو جاتا۔ تو مقدمہ چھوڑ سکتے تھے۔ جن واقعات کا اس وقت ذکر ہے۔ ان میں الزام ثابت نہ ہوا تھا کہ قانونی امداد نہ دی گئی۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ بیسیوں ایسے لوگ پکڑے جائیں گے جنہوں نے کوئی جرم نہ کیا ہو گا مگر مسلمان ان کی امداد کرنا چھوڑ دیں گے اور وہ مصائب اور آلام میں گرفتار ہو جائیں گے۔ میرے نزدیک یہ بہت بڑی غداری ہو گی۔ جب کسی کے اپنے بیان سے جرم ثابت ہوتا ہے تو اس کی امداد کرنا ظالمانہ فعل ہے۔ لیکن جب تک جرم ثابت نہ ہو بغیر مدد کے چھوڑ دینا قومی غداری ہے۔ باقی یہ کہنا کہ ان مقدمات میں سزا سخت دی گئی ہے۔ اگر جرم ثابت ہے تو پھر سزا سخت نہیں۔ میرے خیال میں اس سے بھی سخت ہونی چاہئے تھی۔ کوئی وجہ نہیں کہ بغیر اشتعال اور بغیر خود حفاظتی کے کسی کو قتل کیا جائے۔ یہ بہت بڑا ظالمانہ فعل ہے۔ کسی نے مجھ سے کہا۔ ان مجرموں کو بہت سخت سزا دی گئی ہے۔ میں نے کہا ذرا اپنے اوپر قیاس کر لو۔ اگر تمہارے کسی آدمی پر حملہ ہو۔ تو تم حملہ آور کے لئے کیسی سزا چاہو گے۔ غرض جب تک جرم ثابت نہ ہو۔ ملزموں کی مدد کرنا قومی فرائض میں سے ہے نہ کہ قومی رعایت۔ ہاں جب جرم ثابت ہو جائے تو مدد کرنا شریعت کے خلاف ہے۔ ہمارا نقطہ خیال یہ ہے کہ ان لوگوں کا جرم شروع میں ثابت نہ تھا۔ اس وقت ان کو مسلمانوں کی طرف سے قانونی مدد ملنی چاہئے تھی۔ اگر انہوں نے خود کسی کو وکیل کھڑا نہیں کیا۔ تو یہ ان کا کام تھا لیکن اگر انہوں نے وکیل کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ مگر کسی نے ان کا مقدمہ لینا منظور نہ کیا تو انکار کرنے والوں نے قومی غداری کی۔ اور سزا کے متعلق ہماری یہ رائے ہے کہ جہاں ایسے جرم ثابت ہو جائیں وہاں ضرور سخت سزا دینی چاہئے تاکہ دوسروں کے لئے عبرت کا موجب ہو۔ اور نادان لوگ قوم کو بدنام نہ کریں۔ اس میں اسلام اور مسلمانوں ہی کا فائدہ ہے کہ دوسرے سخت سزاؤں سے ڈر کر اس قسم کے افعال کے مرتکب نہ ہوں گے اور مسلمانوں کے لئے بدنامی کے سامان نہ پیدا کریں گے۔ ہمیں جو کچھ کہنا چاہئے وہ یہ ہے کہ وہ مجرم تھے یا نہیں۔ ہمیں اس کے لئے اپیل یا دوسرے طریقوں سے کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن جب جرم ثابت ہو جائے۔ خواہ شریعت کے

قانون کی رو سے یا گورنمنٹ کے قانون کے ماتحت تو اس صورت میں سزا کو سخت نہیں کہیں گے۔ ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ جرم ثابت نہیں پھر سزا کیوں دی گئی لیکن جب جرم ثابت ہو جیسا کہ میرے نزدیک یہاں ثابت ہے (میں یہ نہیں کہتا کسی اور کے نزدیک بھی ثابت ہے یا نہیں) تو پھر ضروری ہے کہ سزا سخت ہو۔ بلکہ ایسے لوگوں نے چونکہ اسلام کو بدنام کیا ہے اس لئے ہماری خواہش ہے کہ اور بھی سخت ہو۔ ان لوگوں نے نہ صرف اسلام کو بدنام کیا ہے بلکہ ان کے افعال کا ایک اور نہایت خطرناک نتیجہ یہ نکلا ہے کہ بہت سے مسلمان ڈر گئے ہیں اور انہوں نے وہ جدوجہد چھوڑ دی ہے جو اپنی اصلاح اور ترقی کے لئے شروع کی تھی۔ اور جس کی بنیاد میرے ذریعہ پڑی تھی۔ مسلمان اسے چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ان واقعات کو دیکھ کر کہ مسلمان پکڑے گئے اور ان کو سزائیں ملیں۔ کمزور طبائع یونہی ڈر گئی ہیں کہ ہم بھی کہیں پکڑے نہ جائیں۔ اور کسی مصیبت میں پھنس نہ جائیں۔ ورنہ جو امن کے ساتھ رہتا اور خود حفاظتی کرتا ہے اسے کون پکڑ سکتا ہے۔ اور کون سزا دے سکتا ہے۔ اور اسے ڈرنے کی کیا وجہ ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دشمنی اور عداوت کی وجہ سے بے گناہ بھی پکڑے جاتے ہیں اور مسلمانوں کو اس طرح پکڑنے کی وہ لوگ کوشش کریں گے جن کو مسلمانوں کی جائز جدوجہد سے نقصان پہنچے گا اور جن کے وہ فوائد بند ہو جائیں گے جو مسلمانوں سے حاصل کرتے تھے۔ میں نے دیکھا ہے۔ اگر کوئی زمیندار کسی کی زمین پر پانچ چھ سال قابض رہے اور جب زمین والا اس سے زمین مانگے تو غصہ اور ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ مگر ہندوؤں نے تو سینکڑوں سال سے مسلمانوں کے حقوق اور اموال پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ وہ اب کیوں ناراض نہ ہوں گے۔ مگر اس سے مسلمانوں کو ڈرنا نہیں چاہئے لیکن جیسا کہ مجھے اطلاعیں پہنچ رہی ہیں مسلمان اب ڈر گئے ہیں اور خیال کرنے لگ گئے ہیں کہ یونہی گورنمنٹ پکڑ کر انہیں جیلوں میں ڈال دے گی۔ گورنمنٹ بھی انسانوں پر مشتمل ہے اور وہ بھی غلطی کر سکتی ہے۔ مگر یہ بھی تو ہے کہ گورنمنٹ میں سب راجپال نہیں بیٹھے ہوئے۔ بہر حال قانون موجود ہے ایک غیر قوم حکمران ہے جو عقلمند ہے۔ معاملات کی تہ تک پہنچ سکتی ہے۔ بے شک گورنمنٹ کے محکموں میں ہندوؤں کا رسوخ ہے۔ ان کی کثرت ہے۔ مگر ہر معاملہ کی تحقیقات ہوگی ثبوت پیش کئے جائیں گے۔ ان حالات میں مسلمانوں کے لئے ڈرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ مگر کمزور طبائع بھی ہوتی ہیں۔ وہ ڈر گئی ہیں۔ اس طرح ان مجرموں نے اس کام میں روک ڈال دی ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں اپنے افعال سے اسلام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ بلکہ ہندوؤں کو فائدہ پہنچایا ہے کیونکہ کسی قوم کے بڑھنے اور ترقی کرنے کے لئے اس کی

مظلومیت کے واقعات بڑے مؤثر ہوتے ہیں۔ عیسائیوں کو دیکھو حضرت مسیح کی مظلومیت انیس سو سال سے ان کو قوت اور طاقت دے رہی ہے۔ اسی طرح شیعوں کو دیکھو۔ حضرت امام حسینؓ کی شہادت نے ان کو کس قدر تقویت دی ہے۔ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو ان کو یہ ترقی حاصل نہ ہو سکتی۔ تو مظلومیت کی حکائت کمزور قوم کو بھی طاقت ور اور زبردست بنا دیتی ہے پس یہ واقعات جو ہوئے اسلام کے لئے مضر اور ہندوؤں کے لئے مفید ہیں۔ کسی نے کہا ہے خدا مجھے نادان دوستوں سے بچائے۔ میں مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ایسے واقعات کو حقارت اور نفرت کی نظر سے دیکھیں تاکہ آئندہ کسی اور کو جرأت نہ ہو۔ ہاں جب تک جرم ثابت نہ ہو اس وقت تک چھوڑ دینا غداری ہے۔ کیونکہ ممکن ہے ملزم بے گناہ ہو اس نے جرم نہ کیا ہو اس وقت ہمدردی اور امداد سے انکار کرنا قومی غداری ہے اگر انہوں نے خود مدد نہیں مانگی تو پھر مدد دینے والوں کا قصور نہیں۔ لیکن مدد مانگنے پر مدد نہ دینے والے ضرور قصوروار ہیں۔ اور اگر انہوں نے مدد مانگی نہیں تو پھر یہ فخر کرنا کہ ہم نے ان کو مدد نہیں دی یہ نادرست ہے۔ لیکن جب جرم ثابت ہو گیا اس وقت یہ کہنا کہ سزا سخت ہے ناجائز ہے۔ میرے نزدیک سزا اور سخت دینی چاہئے تھی۔ تاکہ آئندہ لوگ ایسے جرائم نہ کریں۔ یہ بات اسلام کے لئے مفید اور ہندوؤں کے لئے مضر ہے۔ جتنی سزا ہو گی اتنی ہی ہندوؤں کے لئے مضر ہو گی۔ کیونکہ اس طرح ان کا غصہ کم ہو جائے گا کہ انتقام لے لیا گیا۔ مگر ہمارے لئے مفید ہو گی۔ میں ہر طرح اخلاقی طبعی۔ سیاسی اور تمدنی طور پر غور کرنے سے اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بزدلوں سے ایسے افعال ہوتے ہیں کوئی بہادر اور دلیر انسان ایسا نہیں کرتا۔ اس لئے ایسے لوگ سختی سے ڈر بھی جلدی جاتے ہیں اور ان کے ڈرنے سے یہ فائدہ ہو گا کہ ایسے واقعات نہ ہوں گے پس اسلامی نقطہ نگاہ سے تو ہم یہی کہیں گے کہ اور بھی زیادہ سزا ہو۔ باقی قانون جو سزا دے سکتا ہے حکام اتنی ہی دیں۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اسلام کی خدمت ایسے مستقل طریق سے کریں۔ جس میں تزلزل نہ واقعہ ہو۔ ان کا استقلال اور ثبات نہ جائے۔ وہ ایسے کاموں میں دخل نہ دیں جو شریعت کے خلاف ہوں۔ انہیں اتنا تو سوچنا چاہئے۔ کیا شریعت ہمیں بے بس چھوڑ دے گی اور اسلام بغیر ہتھیار چھوڑ دے گا۔ ہر جرم کو روکنے کے لئے اسلام میں شرافت اور امن کے ساتھ استعمال کرنے والے ذرائع موجود ہیں۔ مثلاً تمدنی ترقی کا ذریعہ ایسا ہے کہ اس سے ہم اس قوم کی آنکھیں کھول سکتے ہیں جو ہمارے مذہب پر ناپاک حملے کرتی ہے۔ ایسے ذرائع کو چھوڑ

کر فساد پھیلانے والے طریق اختیار کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔
میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح ذرائع سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ جو اسلام کی ترقی کے لئے مفید ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو ہدایت دے جو اپنے نفسانی جوش کے ماتحت اسلام کی بدنامی کا موجب ہو جاتے ہیں۔

(الفضل ۸ / نومبر ۱۹۲۷ء)